www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

مقالات

قاری صہیب احمد

قرآءات متواترۃ (سبعہ و عشرۃ)

[فسانہ یا حقیقت؟]

لفظ "قرآءات" کی لغوی بحث

لفظ قرآءات جمع ہے قرآءۃ کی۔ لغت میں قرأ یقرأ سے قراءۃ مصدر سماعی ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے قرأ یقرأ قرآءۃ وقرآنا بمعنی تلا یعنی اس نے پڑھا، تلاوت کی۔ اسی سے اسم فاعل قاری آتا ہے اور قاری کی جمع قراء، قراۃ اور قاریون آتی ہے۔

لفظ قراءۃ سے قاراہ بمعنی دارسہ بھی استعمال ہوتا ہے۔ گویا دراست قراءۃ سے خارج نہیں۔ اسی طرح تقرأ بمعنی تفقہ بھی مستعمل ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قراءۃ کو گہرے فہم سے بھی علاقہ ہے بلکہ دراست تلقی پر اور تفقہ معانی و مطالب کو قراءت میں شامل کرنے کا فائدہ دے رہی ہے۔ اہل لغت نے قراءت کی تعریف ان الفاظ سے کی ہے:

هی عبارۃ عن لفظ الاحرف مجموعا من مختلف المخارج

"حروف کے مجموعہ کو قراءت کہتے ہیں خواہ وہ مجموعہ متفق المخارج ہو یا مختلف المخارج"

امام راغب اصفہانی اپنی کتاب "المفردات فی غریب القرآن" کے صفحہ ۴۹۲ پر رقم طراز ہیں کہ ترتیل میں بعض کلمات اور بعض حروف کو بعض کے ساتھ ملا دینے اور جمع کردینے کو قراءت کہتے ہیں۔ چنانچہ اگر کوئی حرف واحد کا تلفظ کرے تو یہ نہیں کہیں گے کہ وہ قراءت کر رہا ہے۔ جیسا کہ درجہ ابتدائیہ کے بچوں کا معمول ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں سورۂ قیامہ کی آیت ۱۷-۱۸ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ﴾ اس آیت کی تفسیر ابن عباسؓ یوں کرتے ہیں: اذا جمعناه واثبتناه فی صدرک فاعمل به (جب ہم نے اس کو جمع کردیا اور آپ کے سینے میں محفوظ کردیا تو آپؐ اس پر عمل کریں) اس سے بھی قراءت کا لغوی معنی واضح ہوتا ہے۔

علامہ فیروز آبادی اپنی کتاب قاموس المحیط کی جلد ۱ صفحہ ۲۵ میں یوں صراحت کرتے ہیں کہ قراءۃ الشیئی کا معنی ضمہ و جمعہ ہے یعنی چیز کو جمع کرنے اور ضم کرنے کو قراءت کہتے

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

ہیں۔ چنانچہ یہاں سے بھی لغوی معنی واضح ہو گیا۔

علامہ زبیدی اپنی کتاب "تاج العروس" کی جلد ۱ ص ۱۰۲ میں قرات القرآن کی تعبیر لفظت به مجموعا کرتے ہیں جس سے لغوی معنی واضح ہو گیا۔

قرآءات کی اصطلاحی تعریف

اصطلاح علمی میں قرآءات کی مختلف تعریفیں کی گئیں ہیں:

علامہ زرکشیؒ اپنی کتاب البرهان فی علوم القرآن کی جلد ۱ ص ۳۱۸ پر رقم طراز ہیں کہ قراءت کہتے ہیں: اختلاف الفاظ الوحی فی الحروف وکیفیته من تخفیف و تشدید و غیرها یعنی اس علم کو قراءت کا نام دیا گیا ہے کہ جس میں وحی قرآنی کے الفاظ کا اختلاف اور کیفیات کو جانا جاتا ہے۔ مثلاً تخفیف کے ساتھ کلمہ کا وارد ہونا یا تشدید کے ساتھ مثلاً ﴿ یکذبون ویکذّبون ﴾

علامہ ابن الجزریؒ اپنی کتاب منجد المقرئین کے صفحہ ۳ پر یوں لکھتے ہیں:

القرآءات علم بکیفیة اداء کلمات القرآن و اختلافها بعزو الناقلة یعنی قرآءات اس علم کا نام ہے کہ جس میں کلمات قرآنیہ کے ادا کی کیفیت اور اس کا اختلاف (جو کہ تغایر اور تنوع کے قبیل سے ہوتا ہے نہ کہ تضاد اور تناقض سے) معلوم کیا جاتا ہے جو کہ متصل بالناقل ہوتا ہے۔

علامہ دمیاطیؒ اپنی کتاب اتحاف فضلاء البشر کے صفحہ ۵ پر یوں لکھتے ہیں کہ

علم یعلم منه اتفاق الناقلین لکتاب الله تعالی واختلافهم فی الحذف والتحریک والتسکین والفصل والوصل وغیره ذلک من هیئة النطق والابدال وغیره من حیث السماع

"علم قرآءات وہ علم ہے جس میں کتاب اللہ کے ناقلین کا اتفاق و اختلاف جانا جاتا ہے جو کہ حذف، تحریک، اسکان، فصل، وصل کے قبیل سے ہو اور نطق کی کیفیت و ابدال وغیرہ بھی جو کہ سماع پر موقوف ہیں"

علامہ عبدالفتاح القاضیؒ اپنی کتاب البدور الزاهرة کے صفحہ ۷ پر لکھتے ہیں:

هو علم یعرف به کیفیة النطق بالکلمات القرآنیة و طریق ادائها اتفاقا و اختلافا مع عزو کل وجه لناقله

"قرآءات کا علم وہ ہے جس میں کلمات قرآنیہ کے نطق کی کیفیت معلوم کی جاتی ہے اور کلمات قرآنیہ کی اتفاقی و اختلافی ادا کا طریق کار معلوم کیا جاتا ہے لیکن ہر وجہ کی نسبت اس کے قائل (محمدؐ) کی طرف ہوتی ہے"۔

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

علامہ زکریا انصاری نے قراءت کی تعریف ان الفاظ سے کی ہے:

تطبیق المنقول اوالمسموع علی القرآن الکریم تلاوۃ وآداء

"منقول یا مسموع (سنے ہوئے) انداز سے آیات قرآنی کی اداء و تلاوت کرنا"

ڈاکٹر عبدالہادی الفضلی اپنی کتاب القرآءات القرآنیۃ کے صفحہ ۵۶ پر یوں فرماتے ہیں:

ان القراءۃ ھی النطق بالفاظ القرآن کما نطقھا النبی ﷺ ...... الخ یعنی علم قرآءات وہ علم ہے جس سے قرآنی الفاظ کا وہ ادائیگی معلوم ہوتی ہے۔ جو کہ آپ ؐ نے (ادائیگی) کی۔

تعریفوں سے حاصل ہونے والے فوائد

ان تمام تعریفات کو جمع کیا جائے تو مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں:

(۱) علم قرآءات کا تعلق وحی قرآنی سے ہے جیسا کہ اختلاف الفاظ الوحی القرآنی سے معلوم ہوتا ہے گویا علم قرآءات، وحی جلی کا علم ہے۔

(۲) علم قرآءات نقل اور سماع پر موقوف ہے نہ کہ رائے اور اجتہاد پر جو کہ تعزوالناقلۃ، من حیث السماع، مع عزوکل وجہ لناقلہ سے ثابت ہو رہا ہے۔ گویا قرآءات کی صحت کے لئے نقل و سماع ضروری ہے۔" جیسا کہ امام سیوطی اپنی کتاب الاتقان فی علوم القرآن جلد ا صفحہ ۷۵ پر اور سعید بن منصور اپنی سنن میں زید بن ثابت ؓ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ؐ نے فرمایا:

القراءۃ سنۃ متبعۃ یاخذھا الاخر عن الاول

"قراءت سنت متبعہ (سنت متواترہ) ہے جسے بعد میں آنے والے متقدمین سے حاصل کریں گے"۔

اور ابن مجاہد کی کتاب کتاب السبعہ کے صفحہ ۵۰-۵۱ پر ابی بکر بن مجاہد سے ہے:

القراءۃ سنۃ متبعۃ فاقرؤا کما تجدونہ

"قراءت سنت متبعہ (سنت متواترہ) ہے اس کو جس طرح تم پاؤ ویسے ہی تلاوت کرو"۔

یہاں لفظ تجدونہ استعمال ہوا ہے اور وجدان کی تکمیل بغیر نقل اور سماع کے ممکن نہیں۔

پھر فرماتے ہیں کہ میں نے بعض شیوخ کو حضرت عمر بن خطاب اور حضرت عمر بن عبدالعزیز سے بھی یوں روایت کرتے سنا ہے۔

چنانچہ مذکورہ عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ قرآءات کا دارومدار نقل و سماع پر ہے، رائے اور اجتہاد سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ چنانچہ علامہ شاطبی اپنی کتاب حرز الامانی ووجہ التہانی کے صفحہ ۳۱ پر شعر نمبر ۳۵۴، باب الرآءات میں فرماتے ہیں

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

وما لقیاس فی القراء ة مدخل

فدونک مافیہ الرضا متکفلا

"قرآءات کے اندر قیاس و اجتہاد کا کوئی دخل نہیں لہٰذا تو ائمہ سلف کے معتبرو منقول کو اس طرح پکڑ لے کہ تو بھی اس نقل کا ذمہ دار (آگے پہنچانے والا) بننے والا ہے۔"

اسی طرح علامہ جزری" اپنی کتاب منجد المقرئین کے صفحہ ۴ میں فرماتے ہیں:

ولیحذر القاری الاقراء بما یحسن فی رایہ دون النقل اووجہ اعراب اولغة دون روایة

"قاری کو اس قراءت کے یا وجہ اعراب کے یا لغت کے پڑھانے سے رک جانا چاہئے جو اس کی رائے میں اچھی ہو لیکن روایت کے بغیر ہو"۔

(۳) علم قرآءات میں تطبیق بھی ضروری ہے: جس کا مطلب یہ ہے کہ علم قراءت کی روایت میں رُوی یں ادا کرنے کی اہلیت ہونا بھی شامل ہے، کہ راوی اپنی بیان کردہ روایت کے مطابق تلاوت کرکے سنائے، چونکہ اس کا تعلق قراءت سے ہے اور جو خود ادا کرنا نہیں جانتا، وہ روایت کیسے کرسکتا ہے۔ اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ قرآن کریم اور اس کی روایات کا مدار صرف تحریر پر نہیں، ادا پر بھی ہے۔ کیونکہ زیادہ احتیاط ہر دو کا تقاضا کرتی ہے۔

غرض قرآءات کا تعلق وحی قرآنی (جلی) سے ہے اور قرآءات وہ صحیح ہوں گی جو نقل و سماع کے اکمل طریقے سے تطبیق و ادا (تلاوت) کے ساتھ ہم تک پہنچی ہوں۔

علامہ ابن الجزری" اپنی کتاب منجد المقرائین کے صفحہ ۴ پر فرماتے ہیں کہ:

لابد فی القراة مشافهة و المقری العالم بھار واھا مشافهة

"قراءت میں مشافہہ (منہ در منہ بات چیت) ہونا لازمی ہے اور مقری عالم وہی ہوگا جو اس کو بالمشافہہ روایت کرے۔"

ذیل میں ایسی چند احادیث کو ذکر کیا جاتا ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مختلف قرآءات پر نازل ہوا۔

حدیث 1

امام بخاری، اپنی کتاب صحیح بخاری جو کہ اصح الکتاب بعد کتاب اللہ کا اعزاز رکھتی ہے، کی جلد ۲ صفحہ ۷۴۷ پر روایت کرتے ہیں:

حدثنا سعید بن عفیر قال حدثنی اللیث قال حدثنی عقیل عن ابن شہاب قال حدثنی عروة بن الزبیر ان المسور بن مخرمة و عبدالرحمن بن عبدالقاری

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

حدثاه انهما سمعا عمر بن الخطاب يقول سمعت هشام بن حكيم يقرا سورة الفرقان في حياة رسول الله ﷺ فاستمعت لقراءته فاذا هو يقرا على حروف كثيرة لم يقرئنيها رسول الله ﷺ فكدت اساوره في الصلوة فتصبرت حتى سلم فلببته بردائه فقلت من اقراك هذه السورة التي سمعتك تقرا قال اقرانيها رسول الله ﷺ فقلت كذبت فان رسول الله ﷺ قد اقرانيها على غير ماقرات فانطلقت به اقوده الى رسول الله ﷺ فقلت انى سمعت هذا يقرا بسورة الفرقان على حروف لم تقرئنيها فقال رسول الله ﷺ ارسله اقرا يا هشام فقرا عليه القراءة التي سمعته يقرا فقال رسول الله ﷺ كذلك انزلت ثم قال اقرا يا عمر فقرات القراءة التي اقرانى فقال رسول الله ﷺ كذلك انزلت، ان هذا القرآن انزل على سبعة احرف فاقروا ماتيسر منه

"حضرت عمرؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں حضرت ہشام بن حکیم بن حزام کو سورۂ فرقان ایسے طریقے سے پڑھتے سنا جیسا کہ آپؐ نے مجھے نہیں پڑھایا تھا۔ قریب تھا کہ میں اس پر نماز کی حالت میں پل پڑتا۔ لیکن میں نے صبر سے کام لیا یہاں تک اس نے سلام پھیرا۔ پھر میں ؓنے ان کی چادر پکڑ کر کھینچا اور کہا کہ تجھے یہ کس نے سورۃ پڑھائی ہے جو ابھی میں نے سنی ہے۔ چنانچہ ہشام بن حکیمؓ نے جواب دیا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے یوں پڑھایا تھا۔ میں نے کہا کہ تو نے غلط کہا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے تو یوں نہیں پڑھایا جیسا کہ تم نے ابھی پڑھا ہے۔ پھر میں ان کو کھینچتا ہوا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے ان کو سورۂ فرقان مختلف طریقے سے پڑھتے سنا ہے جس پر کہ آپؐ نے مجھ کو پڑھایا تھا۔ آپؐ نے فرمایا! انہیں چھوڑ دیجئے۔ پھر حضرت ہشام سے فرمایا کہ تم پڑھو۔ چنانچہ انہوں نے سورۂ فرقان اس طرح پڑھی جس طرح کہ میں نے ان کو پڑھتے سنا تھا تو آپؐ نے فرمایا کہ یوں ہی نازل ہوا ہے۔ پھر فرمایا کہ اے عمرؓ! تم پڑھو۔ چنانچہ میں نے اس طریقے کے مطابق پڑھا جیسا کہ آپؐ نے مجھے پڑھایا تھا۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ یوں ہی نازل ہوا ہے، یہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے، اس لئے جس طرح سہولت ہو، اسی طرح پڑھو۔

لسانیات میں اختلاف لہجات ایک معروف چیز ہے۔ اسی طرح عرب کے مختلف قبائل اور مختلف علاقوں کی زبان میں بھی خاصا اختلاف پایا جاتا ہے۔ لیکن اس اختلاف کی نوعیت ایسی نہیں ہے کہ اس سے زبان کے اندر کوئی بنیادی تغیر رونما ہو جاتا ہو۔ مقامی تلفظ، لہجات، محاورات اور زبان کے بعض دوسرے اسالیب کے اختلاف کے باوجود زبان کا بنیادی سانچہ ایک ہی رہتا ہے۔ جیسا کہ زبان کے مقامی

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

رنگ اور اختلافات کا مشاہدہ ہم آج کل بھی کر سکتے ہیں۔ مثلاً آپ پنجاب کے مختلف حصوں میں جائیں تو آپ دیکھیں گے کہ ہر ضلع اور بعض اوقات ایک ہی ضلع کے مختلف حصوں کی، زبان مختلف ہے۔

یہی حال اردو زبان کا ہے کہ پشاور سے لے کر مدراس تک آپ چلے جائیں۔ اردو بولنے والوں میں ایک ہی مضمون کو ادا کرنے کے لئے مختلف لہجے، مختلف تلفظ اور مختلف محاورے ملتے ہیں، دہلی والوں اور لکھنؤ والوں کی زبان، اسی طرح حیدر آباد (دکن) اور پنجاب والوں کی اردو ہے لیکن ایک ہی مضمون کو ادا کرنے کے لئے مختلف اسالیب اختیار کئے جاتے ہیں۔

یہی چیز نزول قرآن کے وقت عرب میں بھی تھی اور آج بھی پائی جاتی ہے۔ عرب میں آپ یمن (Yaman) سے لے کر شام تک چلے جائیں، آپ کو لہجے اور تلفظ بدلتے ہوئے ملیں گے۔ ایک ہی مضمون کو عرب کے ایک حصے میں کسی اور طرح ادا کرتے ہیں اور دوسرے حصے میں کسی اور طرح۔ لیکن اس اختلاف کے باوجود معنی میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔

چنانچہ مذکورہ حدیث میں سات حروف سے مراد یہی لہجات اور اسالیب وغیرہ کا اختلاف ہے جن کو آج کل قراءات سے موسوم کیا جاتا ہے۔ رسالتماب ﷺ نے فرمایا کہ قرآن مجید اگرچہ اولاً قریش کی زبان میں نازل ہوا تھا لیکن اہل عرب کو اس بات کی اجازت دی گئی کہ وہ اسے اپنے مقامی لہجات اور تلفظ کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں، اس شرط کے ساتھ کہ وہ تبدیلی نبی اکرم ﷺ سے بطریق تواتر ثابت ہو۔ کیونکہ ایک عرب کا باشندہ جب قرآن مجید پڑھے گا تو زبان کے مقامی اختلافات کے باوجود اس میں کوئی ایسا ردوبدل نہیں ہوگا، جس سے معنی اور مفہوم تبدیل ہو جائیں۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ حرام حلال ہو جائے یا حلال حرام ہو جائے۔ یا توحید کا مضمون ہو اور وہ مشرکانہ مفہوم میں بدل جائے۔

بعض کرم فرماؤں نے اس حدیث کو ناقابل اعتبار بتایا ہے۔ سنئے، ان کے الفاظ یں:

مجرد اسی بات کو سامنے رکھتے ہوئے اس مذکورہ حدیث کو اٹھا کر پھینک دیا جاسکتا ہے کہ یہ ابن شہاب زہری کی روایت ہے کیونکہ ابن شہاب کے متعلق اہل فن کو یہ بات جان لینی چاہئے کہ جس روایت میں یہ ہوں وہ روایت بے حیثیت ہو جائے گی کیونکہ جتنے بھی فتنے ہمارے ہاں حدیث کے ذریعے آئے ہیں، ان کے سب کے بانی یہی ہیں اس لئے کہ اصل میں یہ شیعوں کی طرف میلان رکھنے والے تھے۔ یہ ایک دنیادار آدمی تھے۔ دنیوی وجاہت کی طلب میں انہوں نے بنوامیہ سے بھی تعلق بنائے اور حدیث کے اندر ان کا ادراج بھی مشہور ہے اور حتیٰ کہ ان کے بارے مرسلاته بمنزله الریح کہا گیا ہے۔

امام محمد بن شہاب زہری کی ثقاہت

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

حقیقت اس اعتراض کی یوں ہے کہ

اس روایت کا اگر علمی اور فنی تجزیہ کیا جائے تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ بخاری و مسلم جیسی معتمد کتابوں میں موجود ہے۔ مجرد اسی بات پر تمام اعتراضات کو رد کیا جاسکتا ہے کہ اس روایت کو امام بخاری جیسے جلیل القدر امام نے اپنی الصحیح الجامع میں روایت کیا ہے۔ اور صحیح بخاری کو اصح الکتاب بعد کتاب اللہ اور اس کی روایات کو تمام امت کا بالاتفاق صحیح ماننے کا اعزاز حاصل ہے۔

امام ابو عبید فرماتے ہیں کہ یہ حدیث متواتر ہے اور محقق ابن الجزری نے اس حدیث کے طرق کو ایک رسالہ میں جمع کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو متن کے معمولی اختلاف کے ساتھ حضرت عمرؓ، ہشام بن حکیم بن حزامؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ، ابی بن کعبؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، معاذ بن جبلؓ، ابوہریرہؓ، عبداللہ بن عباسؓ، ابو سعید خدریؓ، حذیفہ بن الیمانؓ، ابوبکرہؓ، عمرو بن العاصؓ، زید بن ارقمؓ، انس بن مالکؓ، سمرۃ بن جندبؓ، عمرو بن ابی سلمہؓ، ابوجہمؓ، ابوطلحہؓ، ام ایوب انصاریؓ، سلیمان بن حردؓ، عثمان بن عفانؓ سمیت ۲۱ صحابہ کی جماعت نے روایت کیا ہے۔

حافظ ابویعلی موصلی اپنی کتاب مسند کبیر میں لکھتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے ایک روز منبر پر کھڑے ہو کر صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ میں ان حضرات کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں جنہوں نے نبی کریمؐ سے یہ الفاظ (ان القرآن انزل علی سبعة احرف کلها شاف کاف) سنے ہوں کہ وہ کھڑے ہوجائیں۔ اس پر صحابہ کرامؓ کی اتنی بڑی جماعت مسجد میں کھڑی ہوگئی۔ جس کی گنتی نہیں ہوسکتی تھی اور سب نے اس پر گواہی دی پھر حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ "میں بھی اس پر گواہ ہوں"

پروفیسر ڈاکٹر احمد حسن الوجیز فی اصول الفقه للدکتور عبدالکریم زیدان کے اردو ترجمہ جامع الاصول کے صفحہ ۲۱۱ پر تواتر کی بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تواتر کی ایک قسم لفظی ہے اور یہ متواتر کی اعلیٰ قسم ہے۔ بعض علماء کا قول ہے کہ ایسا تواتر پایا ہی نہیں جاتا۔ لیکن دوسرے علماء کہتے ہیں کہ ایسا تواتر مندرجہ ذیل چھ احادیث میں موجود ہے:

(۱) انما الاعمال بالنیات اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔

(۲) البینة علی المدّعی والیمین علی من انکر
دلیل مدعی کے ذمہ ہے اور انکار کرنے والے پر قسم۔

(۳) من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعده من النار
جو مجھ (محمدؐ) پر عمداً جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم کو بنالے۔

(۴) لانورث ماترکنا فهو صدقة

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ہم انبیاء میراث نہیں چھوڑتے جو کچھ ہم چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے۔

(۵) ان هذا القرآن انزل علی سبعة احرف یہ قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے۔

(۶) انکم سترون ربکم یوم القیامة کما ترون هذا القمر لیلة البدر

تم اپنے رب کو قیامت کے دن یوں دیکھو گے جیسے چودھویں شب میں چاند کو دیکھتے ہو۔

چنانچہ حدیث "انزل القران علی سبعہ احرف" کو یہ متواتر کہا گیا ہے اور متواتر بھی لفظی ہے۔

الغرض علمی اعتبار سے اس حدیث میں کوئی نقص نہیں صرف تواتر کا ہونا تمام نقائص کی نفی کے لئے کافی ہے اور علماء کی تصریحات بھی اس پر ہیں۔ تواتر کی فنی حیثیت کے بارے میں قارئین کو جان لینا چاہئے کہ:

والمتواتر لایبحث عن رجاله بل یجب العمل به من غیر بحث

"متواتر حدیث کے راویوں کے بارے میں بحث نہیں کی جاتی اور بلاتحقیق و بحث اس پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے" نخبة الفکر

جہاں تک اس حدیث کو ابن شہاب زہری کے ذریعے ناقابل اعتبار کہنے کا تعلق ہے تو درحقیقت یہ وہ بنیاد ہے جو پورے اسلام کو تشکیک کی نذر کر رہی ہے کیونکہ بخاری و مسلم جن کو تمام امت نے قابل اعتماد قرار دیا ہے کی کافی احادیث انہی ابن شہاب زہری سے مروی ہیں اور اس کو مان لیا جائے تو ہر مشکل العلل حدیث کو یہ طعن لگا کر شک کی نذر کرنے کی طرف ایک قدم ہوگا۔ واضح رہنا چاہئے کہ اہل سنت کے ہاں تدوین حدیث میں ابن شہاب زہری کی خدمات انہیں امام کے درجے تک پہنچاتی ہے اور ان کی شخصیت کو ناقابل اعتبار بنادیں تو تمام ذخیرۂ حدیث میں شک کی دڑاریں پڑ جائیں گی۔

اصل میں امام زھری پر یہ اعتراض آج کل کے معترضین کے نہیں بلکہ یہ اعتراض ایک مستشرق یہودی گولڈ زیہر کے ہیں جن کی تردید قبل ازیں ائمہ دین نے بھی کی ہے۔ جیساکہ السنہ و مکانتھا فی التشریع الاسلامی کے صفحہ ۲۰۶ پر ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی مصری نے تصریح کی ہے۔

رہا امام زھری کا ادراج یا تدلیس کرنا یا ان کی مرسلات کا بمنزلہ ریح کے ہونا جو کہ فی الحقیقت ان کی ذات اور ثقاہت پر طعن اور حملہ ہے تو ان کا جواب ذیل کے اقوال سے خود بخود آجائے گا۔ امام ابن شہاب الزہری جن کو "امیرالمومنین فی الحدیث" کا مرتبہ حاصل ہے، جس کی تصدیق اعتراض کرنے والوں نے بھی کی ہے آپ کا مکمل نام ابوبکر محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن عبداللہ بن شہاب بن عبداللہ بن حارث بن زہرہ القرشی الزہری ہے۔

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

یہ وہ شخصیت ہے کہ جس نے اللہ کے کلام کو صرف ۸۰ راتوں میں حفظ کر لیا تھا جس کی تصریح امام زھری کے بھتیجے محمد بن عبداللہ بن مسلم نے کی ہے۔ ان کی ثقاہت کا مسلم ہونا صرف اسی بات ہی مانا جاسکتا ہے کہ انہیں تقریباً دس صحابہؓ حضرت انسؓ، عبداللہ بن عمرؓ، حضرت جابرؓ، سھل بن سعدؓ، وغیرہ سے ملاقات کا شرف حاصل رہا ہے اگرچہ انھوں نے کبار تابعین سعید بن مسیب، عروۃ بن زبیر، عبیداللہ بن عبداللہ، ابوبکر بن عبدالرحمٰن وغیرہ کے سامنے بھی زانوائے تلمذ طے کیا چنانچہ عالم اسلام کے تمام علماء کا بھی ان کی ثقاہت پر اتفاق ہے۔

یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ ایک عظیم ہستی صحابہ سے ملاقات کرنے اور کبار تابعین سے کسب فیض کرنے کے بعد دنیوی مال وجاہت کے لئے اپنے پاس سے حدیث میں التباس کرے یا پھر سامع کو دھوکا دے یا پھر صحابی کے واسطے کو گرا کر بلاواسطہ آپؐ سے روایت کرے۔ یہ صرف بہتان ہے۔ جو کہ ایک امام حدیث کو داغدار کرنے کی سازش ہے۔ گولڈ زیہر جیسے متعصب یہودی نے بھی الزام کی تردید کی ہے کہ آپ دنیا دار آدمی تھے۔ السنة و مكانتها فی التشريع الاسلامی کے صفحہ ۲۱۶ پر گولڈ زیہر کے حوالے سے عمرو بن دینار کی یہ روایت موجود ہے کہ عمرو نے فرمایا: "مارايت دينارا ولادرهم عند احد اهون منه عند الزهری كانهما بمنزلة البعر"

"امام زہری کے ہاں درہم و دینار سے کمتر کوئی چیز نہ تھی، حتیٰ کہ وہ اسے بکری کی مینگنی کے برابر وقعت دیتے"

یاد رہے کہ یہ اعتراف اور اس روایت پر اعتماد گولڈ زیہر نے کیا ہے اور اس کو اپنی کتاب میں جگہ دی ہے۔

مزید تفصیل کے لئے امام زہری کے بارے میں ائمہ کے اقوال ملاحظہ فرمائیں:

(۱) حافظ ابن حجر اپنی کتاب "تقریب التہذیب" جلد نمبر ۲ صفحہ ۲۰۷ پر رقمطراز ہیں "الفقيه الحافظ متفق على جلالته و اتقانه" یعنی امام زہری جو کہ فقیہ اور حافظ تھے ان کی جلالت شان اور پختگی علم و عمل پر سب کا اتفاق ہے۔

(۲) حافظ ابن حجر اپنی دوسری کتاب "تہذیب التہذیب" جلد نمبر ۹ ص ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷ میں بھی یوں بھی لکھتے ہیں کہ امام زہری (احد الائمة الاعلام و عالم الحجاز والشام) کہ وہ نامور ائمہ میں سے ہیں اور حجاز اور شام کے مشہور عالم تھے۔

(۳) ابن سعد بیان کرتے ہیں کہ كان الزهری ثقة كثير الحديث والعلم والرواية فقيها جامعا یعنی امام زہری ثقہ تھے حدیث، علم اور روائت میں بڑے عالم، فقیہ اور جامع کی حیثیت رکھتے

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

تھے۔

(۴) امام نسائی بیان کرتے ہیں کہ "احسن اسانید تروی عن رسول اللہ اربعۃ" یعنی رسول کریم ﷺ سے مروی اسانید میں سے سب سے بہتر چار سندیں ہیں جن میں سے دو امام زہری کے واسطے سے ہیں:

(i) الزهری عن علی بن الحسين عن ابيه عن جده عن النبیؐ

(ii) الزهری عن عبيدالله عن ابن عباس عن النبیؐ

(۵) امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں، الزهری احسن الناس حديثا واجودهم اسنادا یعنی امام زہری تمام لوگوں سے حدیث میں افضل ہیں اور ان کی سند اجود و اعلیٰ ہے۔

(۶) ابن ابی حاتم فرماتے ہیں کہ ابوزرعہ سے سوال کیا گیا کہ صحیح ترین سند کون سی ہے۔تو انہوں نے جواب دیا: اربعة: اولها الزهری عن سالم عن ابيه عن النبیؐ یعنی چار سندیں صحیح ترین ہیں، ان میں سے پہلی سند یہ ہے: زهری عن سالم عن ابيه یعنی جس میں امام زہری ہیں۔

(۷) ابن حبان "کتاب الثقات" میں فرماتے ہیں:

محمد بن مسلم بن شهاب الزهری القرشی کنيته ابوبکر، رای عشرة من الصحابة وکان من احفظ اهل زمانه واحسنهم سیاقا لمتون الاخبار وکان فقيها فاضلا روی عنه الناس

"محمد بن مسلم بن شہاب الزہری جن کی کنیت ابوبکر ہے، انہوں نے دس صحابہ کو دیکھا تھا اور وہ اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ حافظ تھے اور احادیث کے متون میں سب سے احسن تھے (یعنی احادیث کو نقل کرنے میں)، وہ فقیہ اور فاضل تھے۔ بہت سارے لوگوں نے ان سے روایت کیا"

(۸) صالح بن احمد فرماتے ہیں! کہ مجھے اس کے باپ نے بتایا کہ

الزهری مدنی تابعی ثقة یعنی امام زہری مدنی تابعی اور ثقہ تھے۔

(۹) امام مسلم نے "صحیح مسلم" کے مقدمہ میں لکھا ہے:

فاما من تراه يعمد لمثل الزهری فی جلالته وکثرة اصحابه الحافظ المتقنين لحديثه وحديث غيره..... الخ

"لیکن اگر آپ کسی کو دیکھیں کہ وہ زہری ایسے جلیل شخص سے روایت کا قصد کرے جن کے ایسے کثیر شاگرد ہیں جو حافظ اور مضبوطی والے ہیں، اپنی اور دوسروں کی احادیث کی روایت میں"

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

(۱۰) امام ذہبی "تذکرۃ الحفاظ" میں لکھتے ہیں هوا علم الحفاظ الامام الحافظ الحجة یعنی وہ تمام حفاظ حدیث سے زیادہ عالم تھے۔ امام، حافظ اور حجت تھے۔

(۱۱) امام مالک فرماتے ہیں کہ امام زھری پہلے شخص ہیں جنہوں نے سند کے ساتھ احادیث بیان کیں۔ جیساکہ ابن عساکر نے ولید بن مسلم سے بیان کیا ہے کہ امام زھری نے اھل شام سے فرمایا کہ: یا اهل شام مالی اری احادیثکم لیس لها ازمة ولاخطم یعنی آپ جو حدیثیں بیان کرتے ہیں، ان کی نوعیت تو یوں ہے کہ نہ ان کی کوئی نکیل ہے، نہ لگام۔ تو اس دن سے اہل شام نے اسانید کو لازم کرلیا۔

(۱۲) ابن ابی حاتم نے اپنی کتاب "الجرح والتعدیل" اور حافظ ابن عساکر نے اپنی کتاب "التاریخ" میں ذکر کیا ہے کہ عمربن عبدالعزیز نے اپنے درباریوں سے کہا:

کیا تم ابن شہاب کے پاس جاؤ گے تو انہوں نے جواب دیا: ہاں تو پھر عمربن عبدالعزیز نے کہاکہ جاؤ کیونکہ ان سے بڑھ کر سنت کا کوئی عالم باقی نہیں رہا۔

معمر کہتے ہیں: حالانکہ حسن بصری اور ان جیسے اور بھی علماء اس وقت حیات تھے۔

(۱۳) علی بن مدینی فرماتے ہیں کہ حجاز میں ثقہ لوگوں کا علم زہری اور عمرو بن دینار پر منحصر ہے۔ بصرہ میں قتادہ اور یحییٰ بن ابی کثیر پر اور کوفہ میں ابواسحاق اور اعمش پر۔

(۱۴) عمرو بن دینار فرماتے ہیں: مارایت انص والبصر بالحدیث من الزهری یعنی میں نے حدیث کی عبارت اور فہم کے بارے میں زھری سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔

(۱۵) ایوب نے سفیان بن عیینہ سے کہاکہ زھری کے بعد اہل حجاز کا سب سے بڑا عالم یحییٰ بن بکیر ہے تو سفیان کہنے لگے لم یکن فی الناس احد اعلم بالسنة من الزهری یعنی لوگوں میں زہری سے بڑھ کر سنت کا کوئی عالم ہے ہی نہیں۔

(۱۶) مکحول کہتے ہیں کہ مابقی علی ظهرها اعلم بسنة ماضية من الزهری یعنی زھری سے بڑھ کر کوئی بھی سنت ماضیہ کا عالم نہیں رہا۔

(۱۷) یحییٰ بن سعید فرماتے ہیں کہ مابقی عند احد من العلم مابقی عند ابن شهاب یعنی کسی کے پاس وہ علم نہیں رہا جو ابن شہاب کے پاس ہے۔

(۱۸) امام ذھبی اپنی کتاب "تذکرۃ الحفاظ" میں اور حافظ ابن عساکر اپنی کتاب "التاریخ" میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ لیث بن سعد نے کہا: مارایت عالما قط اجمع من الزهری یعنی میں نے زھری سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں دیکھا۔ جب وہ ترغیب میں روایت کرتے تو کہتے: لا یحسن الاهذا بس یہی صحیح ہے اور جب وہ قرآن و سنت کی بات کریں تو ان کی بات جامع

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ہوتی ہے۔

(۱۹) امام مالک فرماتے ہیں کہ ابن شہاب مدینہ میں آئے اور ربیعہ کا ہاتھ پکڑ کر کمرے میں چلے گئے۔ عصر کے وقت جب کمرہ سے باہر نکلے تو وہ فرما رہے تھے کہ میں سمجھتا ہوں کہ مدینے میں ربیعہ جیسا کوئی عالم نہیں اور ربیعہ کہہ رہے تھے کہ ما ظننت ان احدا ابلغ من العلم ما بلغ ابن شہاب میں سمجھتا ہوں کہ کوئی شخص علمی میدان میں ابن شہاب تک رسائی حاصل نہیں کر سکا۔

(۲۰) عمرو بن دینار دیر تک زھری کے ساتھ بیٹھے رہے جب فارغ ہوئے تو فرمانے لگے "واللہ مثل ھذا القرشی ما رایت قط" یعنی بخدا میں نے اس قریشی جیسا کوئی نہیں دیکھا۔

(۲۱) امام مالک فرماتے ہیں کہ امام زھری جب مدینہ منورہ آئے تو وہاں کا کوئی عالم ان کے جانے تک حدیث بیان کرنے کی جرات نہیں کرتا تھا۔ حالانکہ مدینہ میں ۷۰، ۸۰ سالہ عمر رسیدہ مشائخ موجود تھے، لیکن ان شیوخ سے لوگ اس وقت علم حاصل نہیں کرتے تھے، بلکہ امام زھری جو کہ عمر میں ان سے کم تھے ان کے ہاں طلباء کا ازدحام ہوا کرتا۔

(۲۲) ہشام بن عبدالمالک نے ایک دفعہ امام زھری کا امتحان لینا چاہا اور ان سے درخواست کی کہ میرے لڑکے کے لئے علم لکھوا دیں تو امام زھری نے کاتب کو بلایا اور چار سو احادیث لکھوائیں پھر ایک مہینہ کے بعد ہشام بن عبدالمالک نے کہا کہ اے ابوبکر! وہ کتاب ضائع ہو گئی ہے تو امام زھری نے کاتب کو بلایا اور پھر وہ چار سو احادیث لکھوائیں پھر ہشام نے اس کتاب کا اور پہلی کا موازنہ کیا تو فما غادر حرفا ایک بھی حرف خلاف نہ پایا۔

(۲۳) ابوالزناد کہتے ہیں کہ ہم تو صرف حلال و حرام کے مسائل لکھا کرتے تھے۔ لیکن ابن شہاب ہر علمی بات کو لکھ لیا کرتے تھے۔ جب ان سے کسی مسئلہ کی ضرورت پڑتی تو معلوم ہوتا کہ وہ اعلم الناس ہیں۔

(۲۴) ابن عیینہ عمرو بن دینار سے نقل کرتے ہیں۔ ما رایت انص للحدیث عن الزھری یعنی زھری سے بڑھ کر کوئی حدیث کے متن کے بارے میں میں نے کسی کو نہیں پایا۔

(۲۵) ابن مہدی وھیب بن خلاد سے روایت کرتے ہیں کہ سمعت ایوب یقول ما رایت احدا اعلم من الزھری یعنی زھری سے بڑا کوئی عالم نہیں ہے۔

(۲۶) عبدالرزاق معمر سے روایت کرتے ہیں کہ "ما رایت مثل الزھری فی النص الذی ھو فیہ" میں نے زھری کی طرح کسی کو نہیں دیکھا جس طرح وہ اپنے فن میں ماہر تھے اور کوئی نہیں تھا۔

(۲۷) لیث جعفر بن ربیعہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے غراک بن مالک کو کہا کہ اہل

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

مدینہ میں سے سب سے زیادہ فقیہ کون ہے اور سعید بن مسیب، عروۃ، عبداللہ بن عبداللہ کا نام ذکر کیا تو عراک کہنے لگا **واعلمهم جميعا ابن شهاب** ان تمام سے زیادہ عالم ابن شہاب ہیں۔

(۲۸) عجلی کہتے ہیں کہ **روی عن ابن عمر نحوا من ثلاثة احاديث** یعنی امام زہری نے ابن عمر سے تین روایتیں کی ہیں۔

(۲۹) امام ذہلی عبدالرزاق سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے معمر سے کہا **هل سمع الزهری من ابن عمر قال نعم** یعنی اے معمر کیا زہری کا ابن عمر سے سماع ہے تو انہوں نے کہا: ہاں۔

ان تمام نصوص پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا کہ ایسی شخصیت نہ تدلیس کا جرم کرسکتی ہے اور نہ ہی ادراج کا، اور نہ ہی ان کی مراسیل کی حیثیت ہوا کی ہے بلکہ ان تمام الزامات سے وہ شخصیت مبرا ہے۔ رہا امام زہری کا بنوامیہ کے ساتھ تعلق خاص (جیسا کہ گولڈ زیہر مستشرق یہودی نے بھی کہا ہے) کہ دنیوی وجاہت کی خاطر ابن شہاب الزہری نے اموی خاندان کے ساتھ تعلقات قائم کئے تھے۔

حالانکہ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ زہری جیسے صادق، ثقہ، حجت آدمی کا خلفائے بنوامیہ سے تعلق ان سے فائدہ اٹھانے کی دلیل کیسے بن سکتا ہے۔ ان پر الزام یہ لگایا جاتا ہے کہ تعلق قائم کرنے کے بعد انہوں نے اپنی خواہشات کے مطابق احادیث میں امام زہری سے فائدہ اٹھایا یعنی امام زہری خلفائے بنوامیہ کے لئے وضع الحدیث کا کام کرتے اور اس طرح مال و وجاہت کا حصول ممکن بناتے۔ حالانکہ اس سے پہلے بھی علماء کا خلفاء سے تعلق رہا ہے لیکن اس تعلق کی وجہ سے ان ائمہ کی امانت، صداقت، ثقاہت داغدار نہیں۔ لہٰذا زہری جیسے عظیم عالم کا ان خلفاء سے تعلق کسی طرح سے ان کے دین و امانت و ورع میں اثر انداز نہیں ہوسکا۔ امام زہری سے بہرحال مسلمان مفید ہوتے رہے ہیں۔ اس طرح کے الزام کی کوئی بنیاد ہے نہ حقیقت۔

امام زہری خلفاء کی مجلس میں جاکر بھی احادیث روایت کرتے یا کوئی علمی رائے پیش کرتے یا ان پر عائد ہونے والے عوامی فرائض کو ذکر کرتے اور احکام الٰہی اور اس کے فرائض کو ببانگ دہل بیان کرتے۔

چنانچہ "العقد الفرید" کے صفحہ ۶۰ جلد اول پر لکھا ہے کہ امام زہری ولید بن عبدالمالک کے پاس گئے تو ولید کہنے لگے کہ اس حدیث کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جو اہل شام نے بیان کی ہے تو امام زہری پوچھنے لگے کہ کون سی حدیث۔ ولید بن عبدالمالک کہنے لگا کہ اہل شام بیان کرتے ہیں کہ جب بندہ کسی رعیت کا ذمہ دار بن جاتا ہے تو اس کی نیکیاں تو لکھی جاتی

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ہیں، گناہ نہیں لکھے جاتے۔ امام زہری فرمانے لگے: اے امیر المومنین یہ تو جھوٹی روایت ہے۔ آپ بتائیں کیا جو نبی خلیفہ ہو وہ اللہ کے ہاں افضل ہے یا محض خلیفہ؟ تو ولید نے کہا جو نبی خلیفہ ہو وہ افضل ہے تو امام زہری کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی داؤد کے بارے فرماتے ہیں کہ:

﴿ یا داود انا جعلناك خلیفة فی الارض فاحکم بین الناس ولا تتبع الهوی فیضلك عن سبیل الله ان الذین یضلون عن سبیل الله لهم عذاب شدید بما نسوا یوم الحساب ﴾ (سورۂ ص:۲۶)

اور پھر فرمانے لگے کہ اے امیر المومنین یہ نبی خلیفہ کے لئے وعید ہے (کہ خواہشات کی پیروی نہ کرنا وگرنہ سیدھے راستے سے بھٹک جائیں گے اور جو لوگ سیدھے راستے سے بھٹک جاتے ہیں، ان کے لئے قیامت کے دن دردناک عذاب ہوگا اور جو صرف خلیفہ ہو نبی نہ ہو، اس کے بارے میں کیا خیال ہے۔ تب ولید کہنے لگا کہ لوگ تو ہمیں غلط امیدوں پر لگا کر اپنے دین سے گمراہ کرنا چاہتے ہیں۔

یہاں دیکھیں، امام زہری کا ولید کے ساتھ تعلق کوئی فائدہ نہیں دے رہا اور نہ ہی امام زہری شاہی گھرانے کے اثر سے عالمانہ موقف پیش کرنے میں جھکے ہیں اور نہ ہی رسول اکرمؐ پر حدیث گھڑنے میں ان کی رغبت کا ساتھ دیتے ہیں۔ بلکہ ایک اسلام پسند اور خیر خواہ عالم کی طرح اللہ کے دین اور مسلمانوں کی خیرخواہی چاہتے ہیں اور سنت رسول سے جھوٹی، موضوع روایتوں کو دور کرتے ہیں اور خلیفہ وقت کو جھوٹے خوشامدیوں سے دور رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جو دوسروں کو تو روکے اور خود ادراج یا تدلیس کرے یا پھر دنیوی مال کا طالب ہو حالانکہ خلیفہ کو اس کے منہ پر وعید الٰہی بھی سناتے ہیں۔

مزید شہادت کے لئے ابن عساکر کی اس روایت کی طرف آیئے جو انہوں نے اپنی سند سے امام شافعی تک پہنچائی ہے کہ ہشام بن عبدالملک نے سلیمان بن یسار سے ﴿ والذی تولی کبرہ منهم له عذاب عظیم ﴾ کی تفسیر پوچھی تو سلیمان بن یسار نے جواب دیا کہ اس سے مراد عبداللہ بن ابی بن سلول ہے۔ ہشام نے امتحان لینے کے لئے کہا: نہیں بلکہ اس سے مراد تو علی بن ابی طالب ہیں۔ چونکہ ہشام سنجیدہ نہیں تھا بلکہ وہ سلیمان بن یسار کی صائب رائے پر مضبوطی کا امتحان لے رہا تھا۔ بہرحال سلیمان نے کہا کہ اے امیرالمومنین! آپ زیادہ جانتے ہیں۔ اتفاق سے کچھ دیر بعد ابن شہاب زہری پھر ادھر آپہنچے تو ہشام نے ان سے بھی آیت کی تفسیر پوچھی تو امام زہری نے فرمایا کہ اس سے مراد عبداللہ بن ابی بن سلول ہے۔ ہشام کہنے لگا: آپ غلط کہتے ہیں، اس سے مراد تو علی بن ابی طالب ہیں۔ تو امام زہری غصے میں آگئے اور کہنے لگے انا اکذب؟ کیا میں جھوٹ بولتا ہوں، لاابالك تیرا باپ مرجائے اور

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

فرمایا: فواللہ لو نادانی مناد من السماء ان اللہ احل الکذب ماکذبت یعنی اللہ کی قسم اگر آسمان سے اعلان کرنے والا کوئی اعلان کر دے کہ اللہ نے جھوٹ کو حلال کردیا ہے تب بھی میں جھوٹ نہ بولوں۔ کیونکہ "حدثنی فلان و فلان ان الذی تولی کبرہ منھم ھو عبداللہ بن ابی بن سلول" یعنی فلاں فلاں نے مجھے حدیث بیان کی ہے کہ اس آیت سے مراد عبداللہ بن ابی بن سلول ہے۔

دیکھیں صدیوں پہلے ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں امام شافعی کی روایت سے امام زھری کی صداقت کو ثابت کیا ہے جبکہ خلفاء کے ساتھ رابطے کی بنا پر امام زھری پر طعن بازی کرنے والے مستشرق یہودی اور اس کے ہم نوا وجود میں بھی نہیں آئے تھے۔

کیا اس سے امام زھری کی امانت داری اور دیانتداری کی دلیل نہیں بنایا جاسکتا کہ بادشاہ وقت کو منہ پر انا اکذب؟ لا ابالک جیسا سخت کلمہ کہہ رہے ہیں۔ شاہ کے خوشامدیوں سے ایسی توقع قطعاً محال ہے۔

اس سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ امام زھری کا تعلق ایسا نہیں تھا جو کہ ان کے دین میں اور امانتداری میں نقص پیدا کرے بلکہ امام زھری ایک خوددار شخص تھے جو غلط بات سن کر غضبناک ہوجاتے اور رسولؐ کے اصحاب کے متعلق تاریخی حقیقت کو مسخ ہوتے دیکھتے تو آگ بگولہ ہوجاتے اور خلاف حقیقت کتاب اللہ کی کسی آیت کی تفسیر سن کر خلیفہ وقت کے سامنے تردید کردیتے۔

یہ بات بھی مد نظر رہے کہ مستشرق گولڈ زیہر کا الزام یہ بھی ہے کہ اہل مدینہ کے علماء ان کے خلاف تھے، حالانکہ ہم جانتے ہیں کہ امام زھری نے مدینہ میں نشوونما پائی۔ علماء مدینہ سے ہی علم اخذ کیا۔ سعید بن میسب کی وفات تک ان کے پاس رہے۔ اور جب بھی امام زھری مدینہ میں آتے تو امام مالک ان سے استفادہ کرتے اور ۴۵ سال کے لمبے عرصے تک امام زھری کی مدینہ اور شام کے درمیان آمدورفت جاری رہی، تو علماء مدینہ نے ان کی کیوں نہ تکذیب کی؟ اگر بنو امیہ کے لئے یہ جھوٹ گھڑ کر دنیوی مقاصد حاصل کرتے تھے تو اہل مدینہ ان کے خلاف کیوں نہ اٹھ کھڑے ہوئے؟ اور ان کے شیخ ابن میسب نے ان سے برات کا اظہار کیوں نہ کیا؟ حالانکہ وہ رجال کی جرح میں کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ اسی طرح دولت عباسیہ نے ان پر تنقید کیوں نہ کی۔ حالانکہ بنوامیہ کے عباسی بہت خلاف تھے۔ ائمہ جرح و تعدیل (مثلاً احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، امام بخاری، امام مسلم، ابن ابی حاتم) وغیرہ نے ان پر کوئی تنقید کیوں نہیں کی۔ حالانکہ وہ دین کے بارے کسی ملامت سے نہیں ڈرتے تھے۔

کیا ائمہ جرح و تعدیل کی توثیق، علماء مدینہ، ان کے شیخ سعید بن میسب کی خاموشی اور علماء کا ان سے احادیث کو لینا (دور عباسیہ میں) اور علماء دور عباسیہ کا کلام نہ کرنا اس بات کے ٹھوس دلائل

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

نہیں کہ امام زہری ان تمام اعتراضات اور شبہات (جو فی الحقیقت انکار حدیث کی پیداوار ہیں) سے بہت بلند اور فائق ہیں اور کذب ووضع و ادراج و تدلیس و تعلق لنیل المال والعز کے الزام سے کہیں اعلیٰ اور بلند و بالا ہیں۔

مستشرقین اور ان کے ہم نواؤں کا اصل مقصد یہ ہے کہ اس طرح استخفاف حدیث پیدا کرکے، اس امام کو مجروح کردیا جائے جس نے تدوین حدیث میں بنیادی خدمات انجام دی ہیں۔ جس کے بعد ہر کسی حدیث کو اس طرح کی طعنہ سازی کے ذریعے اپنے مقاصد کی تکمیل میں رد کردیا جائے اور اس اصل بنیاد کو مشکوک کردیا جائے جو علم حدیث کی پہلی کڑی ہے۔ جیسا کہ امام مالک کا فرمان گزر چکا ہے۔

○ اعتراض: نماز کے اندر روایت حفص کے علاوہ دوسری قرآءات کو نہیں پڑھا جاسکتا۔ کیونکہ آپ ﷺ نے ایسا کام کیا اور نہ صحابہؓ و تابعین سے یوں مروی ہے۔

جواب: اگر تو اس اعتراض سے قرآءات کا مکمل انکار مقصود ہے تو اس کی حقیقت اور ہمارا استدلال واضح ہے۔ اور اگر اس اعتراض کی نوعیت یہ ہے کہ یہ قراتیں ویسے تو صحیح ہیں لیکن نماز میں درست نہیں تو یہ بات بنتی ہی نہیں۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک قرآن نماز کے علاوہ تو تلاوت پر مستحق ثواب بناتا ہے لیکن نماز میں اس کی تلاوت درست نہ ہو۔ چنانچہ مذکورہ بالا حدیث (جو متواتر درجے کی ہے) میں قرآءات کا یہ واقعہ خارج نماز نہیں بلکہ دوران نماز کا ہے کہ حضرت ہشام نماز پڑھا رہے تھے۔ حضرت عمر کے الفاظ ملاحظہ کریں: فتصبرت حتی سلم کہ میں نے بمشکل نماز میں صبر کیا حتیٰ کہ اس نے سلام پھیردیا۔ اس عمل کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ کے سامنے ہوا جس کی آپ نے تردید نہ کی گویا یہ تقریری حدیث ہوئی اور بعد ازاں نبی اکرم ﷺ کا فرمان قولی حدیث کے ضمن میں آگیا۔ غرض صحابہؓ نماز پڑھ سکتے ہیں تو ہمارے لئے بھی آج کوئی مانع نہیں ہے اگر صحابہؓ سنت کی اتباع کرتے تھے تو ہم پر بھی واجب ہے کہ اس سنت کا احیاء کریں۔

○ اعتراض: نماز کے اندر دوسری قراءت پڑھنے سے خشوع و خضوع خراب ہوتا ہے، اس لئے نماز میں دوسری قراءت نہیں کرنا چاہیے؟

جواب: فی الحقیقت یہ پہلے اعتراض کا حصہ ہے۔ غور طلب بات ہے کہ اگر صحابہؓ کا خشوع خضوع خراب نہیں ہوتا تھا تو مجرد قراءتوں سے ہمارا خشوع و خضوع کیسے خراب ہوسکتا ہے۔ ہاں ہم میں آج کل جو دینی کمزوریاں ہیں، اس کی بناپر تو خشوع میں فرق آسکتا ہے لیکن صرف اگر خشوع و خضوع خراب ہونے کو قراءتوں سے مشروط کردیا جائے تو ان صحابہؓ کے خشوع کے بارے میں کیا خیال ہے جو نمازوں میں دوسری قرآءات پڑھتے تھے جیسا کہ مذکورہ حدیث میں گزرا ہے اور آئندہ بھی مزید

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

احادیث میں آنے والا ہے۔ بلکہ یاد رہنا چاہئے کہ یہ احیائے سنت نبوی ہوگا جس کا ثواب بہت عظیم ہے۔

○ اعتراض: نبی اکرم ﷺ کے دور میں تو اعرابیوں کے لئے عذر تھا جس کی بنا پر قرآءات کا جواز ہوا، اب وہ عذر باقی نہیں رہا، اس لئے نہیں پڑھنی چاہئے؟

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ قرآن کی ہر طرح سے تلاوت کی کھلی اجازت ہے یا اس کی تلاوت صرف نبی اکرم سے روایت پر منحصر و موقوف ہے۔ تو واضح رہنا چاہیے کہ یہ صرف نبی اکرم کی تلاوت پر ہی موقوف ہے۔ کیونکہ آپؐ نے خود قرآءات سکھلائی تھیں ہر طرح سے پڑھنے کی کھلی اجازت نہیں دے دی تھی جیسا کہ ہمیں اقرانی رسول اللہ سے معلوم ہوتا ہے اور جو چیز نبی اکرم سکھلا دیں یا حکم فرمادیں یا جس پر سکوت فرمادیں وہ قیامت تک شریعت کا حصہ بن جاتی ہے انی بعثت الی الناس کافة کا تقاضا یہی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اصول فقہ کا قاعدہ ہے کہ "عذر الماضین حجة على الباقين" جس کو فتح الباری میں حافظ ابن حجر نے ذکر کیا ہے۔ یعنی متقدمین کا عذر متاخرین کے لئے حجت کا حکم رکھتا ہے چنانچہ اس وقت عذر تھا تو اس وقت وہ عذر ہم پر حجت ہے کیونکہ آسانی ہمیں بھی چاہئے۔

صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۶۱۰-۶۱۱ میں روایت ہونے والی حدیث سے یہ اصول قرار پایا ہے: حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

قدم رسول الله ﷺ واصحابه فقال المشركون انه يقدم عليكم وفد وهنهم حمى يثرب وامرهم النبى ﷺ ان يرملوا لاشواط الثلثة وان يمشوا مابين الركنين ولم يمنعه ان يامرهم ان يرملوا الاشواط كلها الاالابقاء عليهم قال ارملوا فيه المشركون قوتهم والمشركون من قبل قعيقعان

"آپؐ اور صحابہؓ جب بیت اللہ آئے تو آپؐ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیانی حصہ میں رمل کریں (یعنی پہلوانوں کی طرح سینہ تان کر اور کچھ اکڑ کر چلیں کیونکہ قعیقعان پہاڑ کی طرف بیٹھے ہوئے مکہ کے مشرکین کو یہ دکھلانا تھا کہ مسلمان طاقتور ہیں کیونکہ وہ کہتے تھے: قد وهنهم حمى يثرب کہ مکہ کے بخار نے مسلمانوں کو لاغر کردیا ہے، یہ ہم سے کیسے لڑ سکتے ہیں لیکن جب انہوں نے صحابہ کو دیکھا تو کہنے لگے کانهم غزلان گویا کہ یہ تو ہرن ہے"

(اس روایت کو امام ابوداؤد نے بھی الفاظ کے معمولی اختلاف کے ساتھ بیان کیا ہے)

اب دیکھیں اس وقت رمل کا عذر مشرکین مکہ کو دکھلانا تھا کہ ہم میں جسمانی طاقت ہے لیکن کیا

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

کوئی ذی عقل مسلمان کہہ سکتا ہے کہ اس وقت عذر تھا اور آج وہاں مشرکین نہیں، اس لئے حج یا عمرہ کرنے جائیں تو رمل نہیں کرنا چاہئے۔ نہیں بلکہ اب یہ ہمارے لئے رکن کی حیثیت رکھتا ہے جب تک رمل نہیں کریں گے، مناسک حج کی تکمیل نہیں ہوگی۔ یہ حج تو صرف اس پر فرض ہے جو اس کی طاقت رکھے لیکن قرآن کا معاملہ تو اس سے بلند تر ہے تو کیوں نہ پہلوں کا عذر ہم پر حجت کے طور پر لاگو ہو۔

○ اعتراض: یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی کو دوسری قراءت کا علم ہی نہیں تھا جو ہشام بن حکیم پڑھ رہے تھے حالانکہ وہ ہر وقت آپؐ کے ساتھ نمازیں پڑھنے والے تھے۔

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ احادیث کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ بعض امور کا دیگر صحابہ کو علم نہیں تھا۔ یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ اسی طرح ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان کو علم تو ہو لیکن ذہن میں حاضر نہ ہو اور جب کوئی یاد دلائے تو یاد آجائے۔ مثال کے طور پر نبی اکرم ﷺ کی وفات کا واقعہ، صحیح بخاری جلد نمبر۲ صفحہ ۶۴۰ پر مذکور حدیث کو پڑھیں، حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ:

ان ابابکر اقبل علی فرس من مسکنه بالسنح حتی نزل فدخل المسجد فلم یکلم الناس حتی دخل علی عائشة فتیمم رسول الله وهو مغشی بثوب حبرة فکشف عن وجهه ثم اکب علیه فقبله وبکی ثم قال بابی انت وامی لا یجمع الله علیك موتتین اما الموتة التی کتبت علیك فقد متها

پھر آگے دوسری حدیث میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ:

ان ابابکر خرج و عمرؓ یکلم الناس فقال اجلس یا عمر فابی عمرؓ ان یجلس فاقبل الناس الیه و ترکوا عمر فقال ابوبکر اما بعد من کان یعبد محمدا فان محمد قدمات ومن کان یعبد الله فانه حیی لایموت قال الله تعالی ﴿ و ما محمد الارسول قد خلت من قبله الرسل افان مات اوقتل انقلبتم علی اعقابکم......الشاکرین ﴾ وقال والله لکان الناس لم یعلموا ان الله انزل هذه الایة حتی تلاها ابوبکر فتلقاها منه الناس کلهم...... الخ

"ان دونوں احادیث کا مختصر مفہوم یہ ہے کہ جب آپؐ فوت ہوئے تو حضرت ابوبکرؓ آئے، اور آکر یمنی کپڑا چہرہ مبارک سے اٹھا کر بوسہ دیا اور کہا کہ آپؐ پر جو موت لکھی تھی وہ آچکی ہے۔ ادھر حضرت عمرؓ کہہ رہے تھے کہ جو یہ کہے کہ محمدؐ فوت ہوگئے ہیں، میں اس کا سر تن سے جدا کردوں گا تب حضرت ابوبکرؓ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا "جو محمد ﷺ کی عبادت کرتا

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

تھا، تو اس کا رب آج دنیا سے رخصت ہو چکا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے، اس کا رب زندہ اور وہ حی قیوم ہے اور پھر آپ نے سورۂ آل عمران کی آیت ﴿ **وما محمد الارسول قد خلت من قبله الرسل افان مات اوقتل انقلبتم علی المقابکم...... الشاکرین** ﴾ پڑھی۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم گویا کہ لوگوں کو اس آیت کا پتہ ہی نہیں تھا اور جیساکہ یہ اب ہی آیت نازل ہوئی ہے پھر لوگوں پر خاموشی چھا گئی اور ہر ایک نے حضرت ابو بکرؓ سے وہ آیت پڑھی"۔

اب دیکھیں کہ نبی کی وفات کے موقع پر کتنے صحابہ حافظ قرآن اور قاری تھے کیا کسی نے بھی یہ آیت نبی اکرم ﷺ سے نہیں سنی تھی۔ ہرگز نہیں بلکہ بہت سے صحابہ کرام کو اس کا علم ہوگا اور اس کا مفہوم بھی ان کے ذہن میں ہوگا لیکن اس وقت کسی کو یاد نہیں آئی تو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ "گویا ان کو اس کا پتہ ہی نہیں تھا اور وہ محسوس کر رہے تھے کہ یہ آیت ابھی ابھی نازل ہوئی ہے"۔

اسی طرح **انزل القرآن علی سبعۃ احرف** کا حضرت عمرؓ کو علم تو ضرور ہوگا لیکن اگر انہوں نے کسی صحابی کو دیکھ لیا کہ وہ اس قراءت کے مخالف پڑھ رہا ہے جو نبی اکرم ﷺ نے انہیں سکھائی تھی، تو دین میں شدت کی وجہ سے وقتی طور پر اس کو پکڑ کر نبی اکرم ﷺ کے پاس لے گئے۔ جب آپؐ نے یہ فرمایا کہ یہ بھی نازل شدہ ہے اور یوں بھی نازل ہوا ہے اور **انزل القرآن علی سبعۃ احرف** کا فرمان دہرایا تو آپؓ کو یاد آگیا اور خاموشی سے سر تسلیم خم کر لیا۔

حدیث 2

امام بخاری اپنی صحیح میں جلد ۲ صفحہ ۷۴۶-۷۴۷ پر اور امام مسلم اپنی صحیح مسلم جلد ا صفحہ ۲۷۳ پر عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں:

ان رسول اللہ ﷺ قال اقرانی جبریل علی حرف فراجعتہ فلم انزل استزیدہ و یزیدنی حتی انتھی الی سبعۃ احرف

"حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ جبریل علیہ السلام نے پہلے مجھے قرآن مجید ایک حرف پر پڑھایا۔ پھر میں نے بار بار ان سے اصرار کیا اور یہ مطالبہ کیا کہ قرآن مجید کو زیادہ حروف پر پڑھنے کی اجازت (اللہ سے لیں) مانگیں۔ وہ اجازت (اللہ سے لے کر) دیتے گئے یہاں تک کہ سات حروف تک پہنچ گئے"۔

اسی بات کی وضاحت گزر چکی ہے کہ اہل عرب کو سات حروف پر قرآن مجید پڑھنے کی اجازت اس بنا پر دی گئی کہ نزول قرآن کے وقت عرب میں لکھنے پڑھنے کا عام رواج نہیں تھا۔ اور صرف گنتی

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

کے لوگ لکھنے پڑھنے کے قائل تھے۔ بلکہ لکھنے پڑھنے کو معیوب جان کر حافظہ پر اعتماد کو قابل فخر سمجھا جاتا۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ امر بھی حقیقت ہے کہ قرآن مجید کو لکھا بھی جاتا لیکن (جیسا کہ گذر چکا ہے) کہ قرآن کا اعتماد درحقیقت تلاوت سے ہے جس پر تحریری حفاظت مستزاد ہے۔ اس لئے قرآن کی تبلیغ و اشاعت کا کام بھی زبانی تلقین و بیان سے ہوا۔ رسول اکرم ﷺ قرآن مجید کی تلاوت فرماتے تھے۔ اور لوگ اسے سن کر یاد کرلیتے اور آگے پہنچاتے۔ چونکہ عرب کے مختلف علاقوں میں مقامی بولیاں اور لہجات رائج تھے۔ اس لئے لوگوں کو ایک سخت آزمائش اور مشکل سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی درخواست پر سات حروف پر قرآن کو پڑھنے کی اجازت دے دی۔ مروجہ قرآءات سبعہ و عشرہ جو کہ سبعہ احرف کو متضمن ہے، ان کا تعلق وحی الٰہی سے ہے جو نہ کوئی فسانہ ہے اُور نہ قراء کی مفتریات!

یہاں سے ان لوگوں کا بھی رد ہوتا ہے جو کہتے ہیں کہ اگر یہ قراءتیں صحیح ہوتیں تو روزوں، نمازوں میں پڑھی پڑھائی جاتیں جو کہ حیات نبوی میں نہیں ہوتا تھا۔ سوال یہ ہے کہ ایک طرف تو نبی اکرم ﷺ امت کی آسانی کے لئے خود آسانی کا تقاضا کریں دوسری طرف اس کی ترویج و تلاوت میں کوتاہی برتیں یہ کیسے ممکن ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپؐ نے مختلف قراءتیں خود بھی پڑھی اور صحابہ کو بھی پڑھائی تھیں، تبھی آگے صحابہؓ نے پڑھائیں ورنہ یہ ممکن نہیں کہ صحابہ شریعت سازی کریں اور اپنے پاس سے کوئی چیز اسلام میں داخل کریں۔ ان کی اتنی تو جرات نہیں کہ اسلام میں کوئی غیر منقول شے کو داخل کردیں چہ جائیکہ کہ قرآن مجید میں، جو غلط بات کو برداشت نہیں کرتا اور اسلام کا منبع و مصدر ہے، اپنے پاس سے داخل کریں، اسی تسلسل سے یہ قرآءات آج تک متواتر چلی آرہی ہیں۔

حدیث 3

امام مسلم اپنی صحیح میں جلد ۱ صفحہ ۲۷۳ پر ابی بن کعبؓ سے روایت کرتے ہیں کہ:

ان النبی ﷺ کان عند اضاءۃ بنی غفار قال فاتاہ جبریل علیہ السلام فقال ان اللہ یامرک ان تقرا امتک القرآن علی حرف فقال اسئل اللہ معافاتہ و مغفرتہ وان امتی لا تطیق ذلک ثم اتاہ الثانیۃ فقال ان اللہ یامرک ان تقرا امتک علی حرفین فقال اسئل اللہ معافاتہ و مغفرتہ وان امتی لا تطیق ذلک ثم جاءہ الثالثۃ فقال ان اللہ یامرک ان تقرا امتک القرآن علی ثلثۃ احرف فقال اسئل اللہ معافاتہ و مغفرتہ وان امتی لاتطیق ذلک ثم جاءہ الرابعۃ فقال ان اللہ یامرک ان تقرا امتک القرآن

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

على سبعة احرف فايما حرف قرء وا عليه فقد اصابوا

(اس روایت کو مسلم کے علاوہ ابوداؤد و نسائی نے بھی بیان کیا ہے)

"حضرت ابی بن کعبؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ اضاءۃ بنی غفار (مدینہ کی ایک جگہ کا نام جہاں بنی غفار اترتے تھے) کے پاس تھے کہ جبریل علیہ السلام آئے اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ حکم فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ اپنی امت کو ایک حرف پر قرآن مجید پڑھائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس کی عافیت اور مغفرت طلب کرتا ہوں میری امت (جو کہ عرب و عجم دونوں پر مشتمل ہے) اس کی طاقت نہیں رکھتی۔ تب جبریل اللہ کے پاس گئے اور دوسری مرتبہ آئے اور فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ حکم فرماتے ہیں کہ اپنی امت کو دو حرفوں پر قرآن پڑھائیں پر آپؐ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس کی عافیت و مغفرت طلب کرتا ہوں، میری امت اس کی طاقت نہیں رکھے گی۔ پھر جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پاس گئے اور تیسری مرتبہ آئے اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ حکم فرماتے ہیں کہ اپنی امت کو تین حرفوں پر پڑھائیں۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ میں اللہ سے اس کی عافیت اور مغفرت طلب کرتا ہوں، میری امت اس کی طاقت نہیں رکھے گی پھر جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پاس گئے اور چوتھی مرتبہ آئے تو کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ حکم فرماتے ہیں کہ اپنی امت کو سات حروف پر قرآن پڑھائیں۔ جس حرف پر پڑھیں گے، درستی کو پہنچیں گے"۔

اب دیکھیں اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ قراءآت کا تعلق وحی قرآنی سے ہے، نہ کہ قراء کی مفتریات ہیں۔ اس حدیث سے قرآن کے سات حروف پر نازل ہونے کی حکمت بھی سمجھ آگئی کہ اللہ نے جب چوتھی مرتبہ جبریل کو بھیجا تو تب آپؐ نے مزید کا مطالبہ نہ کیا۔ گویا ان کو یہ معلوم ہوگیا تھا کہ اب میری امت کے لئے مشکل نہیں ہوگا اور آپؐ کا سوال نہ کرنا بھی اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اطمینان قلب سے تھا گویا اللہ تعالیٰ بھی یہی چاہتے تھے کہ سات حروف پر (نہ کم نہ زیادہ پر) ہی قرآن کو پڑھیں۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ آسانی تاقیامت ہے یعنی آپؐ نے یہ آسانی پوری امت اور یوم القیامۃ تک آنے والے لوگوں کے لئے سوچی اور استدعا کی کہ ان امتی لاتطیق یعنی میری امت اس کی طاقت نہ رکھتی ہے، نہ رکھے گی۔ تطیق فعل مضارع ہے جو حال و استقبال کو متضمن ہے اور استقبال بھی مقید نہیں کہ ایک صدی یا دو صدیاں تک بلکہ استقبال الی یوم القیامۃ ہے۔

تو گویا یہ کہنا کہ یہ تسہیل اس وقت تھی، اب ختم ہوگئی ہے، اس لئے یہ قراءآت ضروری نہیں۔ فی الحقیقت تھوڑا سا غور کیا جائے تو اس بات (کہ اس وقت آسانی کی ضرورت تھی اب ختم

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ہو چکی ہے) سے ہی قراء توں کا اثبات ہوتا ہے۔ کہ گویا منزل من اللہ ضرور تھیں لیکن اب ٹھیک نہیں۔ گویا یہ تو ثابت ہوا کہ قراء توں کا تعلق انزل اللہ الی النبی سے ہے نہ کہ قراء سے۔

تاسف تو اس بات پر ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام تو ان قراء آت کو امت کی آسانی کے لئے مانگ رہے ہیں اور فوائد کا منبع و مصدر سمجھ رہے ہیں (جیسا کہ قراء آت کے فوائد کے ضمن میں اس کی حکمتوں کے بحث ہوگی) اور امت اتنی بے وفا اور بے مروت ہے کہ ان کو گویا سمجھا رہی ہے کہ اے نبیؐ (نعوذ باللہ) آپ کو علم نہیں بلکہ ہمارے لئے تمام چیزیں آسان ہوگئی ہیں۔ اس لئے ہمیں ان قراء آت کی ضرورت نہیں رہی اور گویا نعوذ باللہ، اللہ نے بھی بلاضرورت ایک رخصت نازل فرمائی تھی۔ (اللہ ہمیں ایسے عقیدے سے بچائے) حالانکہ امام نووی صحیح مسلم کی شرح میں لکھتے ہیں کہ ویجب علیهم نقل السبعة الی من بعد هم.....الخ گویا صحابہ پر واجب ہے کہ اس کو بعد والوں کو پہنچائیں۔

واضح ہے کہ پہنچانے کے اندر اس کو بحفاظت منتقل کرنا، اس کی تلاوت کرنا اور اس کے صحیح ہونے کا عقیدہ رکھنا سب شامل ہیں۔

حدیث 4

امام مسلم اپنی صحیح کی جلد ۱ صفحہ ۲۷۳ پر ابی بن کعبؓ سے روایت کرتے ہیں:

قال کنت فی المسجد فدخل رجل یصلی فقرا قراء ة انکرتها علیه ثم دخل آخر فقرا قراءة سوی قراء ة صاحبه فلما قضینا الصلوة دخلنا جمیعا علی رسول الله ﷺ فقلت ان هذا قرا قراء ة انکرتها علیه و دخل آخر فقرا سوی قراء ة صاحبه فامرهما رسول الله ﷺ فقرا فحسن النبی ﷺ شانهما فسقط فی نفسی من التکذیب ولا اذکنت فی الجاهلیة. فلما رای رسول الله ﷺ ماقد غشینی ضرب فی صدری ففضت عرقا وکانما انظر الی الله عزوجل فرقا فقال لی یا ابیؓ ارسل الی ان اقرا القرآن علی حرف فرددت الیه ان هون علی امتی فرد الی الثانیة ان اقراه علی حرفتین فرددت الیه ان هون علی امتی فرد الی الثالثة اقراه علی سبعة احرف فلك بکل ردة رددتکها مسئلة تسالنیها فقلت اللهم اغفر لامتی اللهم اغفر لامتی و اخرت الثالثة لیوم یرغب الی الخلق کلهم حتی ابراهیم علیه السلام

(اس حدیث کو مسلم کے علاوہ احمد ابن ابی شیبہ، طبری وغیرہ نے بھی روایت کیا ہے)

"حضرت ابی بن کعبؓ کا بیان ہے کہ میں ایک دن مسجد میں تھا۔ اتنے میں ایک شخص مسجد

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

میں داخل ہوا اور نماز پڑھنے لگا۔ اس نے نماز میں ایسی قراءت کی کہ میں نے اس پر تعجب کا اظہار کیا۔ پھر ایک اور آدمی آیا اور اس نے پہلے شخص سے بھی مختلف قراءت کی۔ جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو ہم سب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میں نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ اس شخص نے قرآن مجید اس طرح پڑھا ہے جو مجھے درست معلوم نہیں ہوتی اور اس دوسرے شخص نے اس سے بھی مختلف طریقے سے پڑھا ہے۔ تو آپؐ نے ان دونوں کو (اپنے اپنے طریقے سے قرآن) پڑھ کر سنانے کا حکم دیا۔ تو ان دونوں نے قراءت کی۔ ان دونوں کی قراءت سن کر رسالتماب نے انہیں درست قرار دیا، اس پر میرے دل میں وسوسہ نے جنم لیا، زمانہ جاہلیت میں بھی اس قدر شدید وسوسہ کی کیفیت پیدا نہ ہوئی تھی۔ جب رسالتماب نے میری یہ کیفیت دیکھی تو میرے سینے پر ہاتھ مارا۔ آپؐ کے ہاتھ مارتے ہی میں پانی پانی ہو گیا اور میرے پسینے چھوٹ گئے اور مجھے ڈر کے مارے یوں محسوس ہوا کہ میں اللہ کو دیکھ رہا ہوں۔ پھر رسالتماب نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے ابیؓ! جب قرآن مجید میری طرف بھیجا گیا تو مجھے حکم دیا گیا کہ میں قرآن مجید کو ایک حرف پر پڑھاؤں۔ میں نے جواب میں یہ استدعا کی کہ میری امت کے ساتھ نرمی کی جائے۔ پھر دوسری مرتبہ مجھے دو حرفوں پر پڑھانے کا کہا گیا۔ میں نے جواب دیا کہ میری امت کے ساتھ نرمی برتی جائے۔ تیسری مرتبہ حکم ہوا کہ سات حرفوں میں پڑھاؤ۔ مزید یہ اشارہ بھی ہوا کہ جتنی مرتبہ تم نے گزارش کی ہے اور تمہیں اس کا جواب دیا گیا ہے، اس پر تمہیں اتنی ہی دعائیں مانگنے کی اجازت دی جاتی ہے (اور وہ قبول ہوں گی) اس پر میں نے عرض کیا! اے خدا میری امت کو معاف کردے۔ اے خدا میری امت کو معاف کردے۔ اور تیسری دعا میں نے اس دن کے لئے موخر کردی جبکہ ساری مخلوق میری طرف رجوع کرے گی (کہ میں خدا کے حضور ان کی شفاعت کروں) یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی رجوع فرمائیں گے"۔

حضرت ابی بن کعبؓ رسالتماب ﷺ کے نہایت جلیل القدر صحابیؓ تھے۔ رسالتماب ﷺ اپنے صحابہؓ میں سے ہر ایک کے بارے میں یہ جانتے تھے کہ کس میں کیا کمال ہے۔ حضرت ابی بن کعبؓ کا کمال یہ تھا کہ وہ قرآن مجید کے ماہر سمجھے جاتے تھے۔ ان کے سامنے یہ واقعہ آیا کہ دو آدمی دو ایسے مختلف طریقوں سے قرآن پڑھتے ہیں جو ان کے علم کے مطابق درست نہیں تھے۔ آپؓ ان دونوں کو حضورؐ کی خدمت میں لے جاتے ہیں۔ مگر رسول اکرم ﷺ دونوں کو درست قرار دیتے ہیں۔ اس عمل پر ابیؓ کے دل میں ایک شدید نوعیت کا وسوسہ آتا ہے۔ اتنی شدید نوعیت کا وسوسہ کہ آپؓ خود فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں بھی کبھی وہ کیفیت پیدا نہیں ہوئی تھی جو یکایک اس وقت میرے دل میں پیدا ہوئی۔ اندازہ کریں کہ اتنے جلیل القدر صحابی کے دل میں بھی وسوسہ آگیا جس سے معلوم ہوا کہ وہ بھی

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

انسان تھے، فرشتے نہیں تھے۔

لیکن رسالتماب ﷺ کا طریق تربیت دیکھئے، چہرے سے فوراً بھانپ گئے کہ ان کے دل میں کیا وسوسہ آیا ہے۔ فوراً انہیں متنبہ کرنے کے لئے ان کے سینے پر ہاتھ مار کر شک کو دور کیا۔ (یاد رہے کہ محض وسوسہ کا دل میں آجانا کفر کا سبب نہیں بنتا اور نہ ہی لازماً گنہگار ہوتا ہے۔ وسوسہ سے اگر اللہ ہی بچائے تو انسان بچ سکتا ہے وگرنہ نہیں۔ اللہ ایسے وساوس پر پکڑ نہیں کرتا جو صرف دل میں ہوں لیکن اگر اس پر عقیدہ ہو تو پھر پکڑ ہوگی) جب آپؐ نے ہاتھ مارا تو فوراً ابی بن کعبؓ سمجھ گئے اور خدا کے خوف کے مارے ان کے پسینے چھوٹ گئے۔ حضرت ابی بن کعبؓ کا فوری اطاعت کی طرف میلان کرنا، دراصل اس بات کی علامت تھا کہ وہ نہایت پختہ اور کامل ایمان رکھتے ہیں اگر ان کا ایمان اس درجہ مضبوط نہ ہوتا تو ان پر ایسی کیفیت طاری نہ ہوتی۔ حضرت ابی بن کعبؓ کے سنبھلنے پر پھر رسول اکرم ﷺ نے ان کو سمجھانے کے لئے یہ وضاحت فرمائی کہ آغاز میں جب قرآن مجید نازل ہوا تو ایک حرف میں نازل ہوا لیکن ھون علی امتی کی درخواست قبول ہونے پر سات حروف کا نزول ہوا۔ پہلی مرتبہ ساتوں حروف کو نہ اتارنے میں یہ نبیؐ کی آزمائش بھی تھی کہ ان کے اندر نبیؐ ہونے کی حیثیت سے اپنی ذمہ داری کا کتنا احساس ہے۔ لیکن رسالتماب کو اس بات کا احساس تھا کہ اہل عرب میں چونکہ اختلاف لغات ہے چہ جائیکہ جب عجمی لوگ ایک حرف پر اس کو پڑھیں گے تو مزید ان پر دشواری ہوگی جس سے قدرتی ہدایت کی تکمیل نہ ہوسکے گی، اس لئے درخواست کرکے سات حروف مانگے۔

چنانچہ اس حدیث سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ قراءآت کا تعلق وحی الٰہی سے ہے نہ کہ زمانے کی محدثات سے۔

اسی مضمون حدیث کے قریب ایک روایت طبرانی نے حضرت عمرؓ سے بھی کی ہے کہ

ان عمرؓ سمع رجلا یقرا فخالفت قراء ته قراء ة عمرؓ فاختصما عندالنبیؐ فقال الرجل، الم تقرئنی یارسول اللہ ﷺ ؟ قال بلی، فوقع فی صدر عمرؓ شیئی عرفه النبیؐ وجهه فضرب الرسول اللہ ﷺ فی صدر عمرؓ وقال اللهم ابعد عنه الشیطان ثم قال، انزل القرآن علی سبعة احرف کلها شاف کاف

"عمرؓ نے ایک آدمی کو مختلف قراءت پڑھتے سنا تو دونوں جھگڑتے ہوئے آپؐ کے پاس گئے۔ آدمی کہنے لگا کہ اے اللہ کے نبیؐ کیا آپؐ نے مجھے یہ نہیں پڑھائی تو آپؐ نے اثبات میں جواب دیا۔ تو عمرؓ کے دل میں کوئی بات آئی جس کو آپؐ ان کے چہرے سے پہچان گئے اور ان کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا! اے اللہ عمرؓ سے شیطان کو دور کردے اور بعد میں فرمایا کہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے۔ ہر حرف شافی اور کافی ہے — (جاری ہے)

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ